طالب محسن

# صحابہ کے لیے بشارت

وعن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: كنا قعودا حول رسول اللّٰه صلی اللّٰه عـليه وسلم ومعنا أبو بكر وعمر رضی اللّٰه عنهما فی نفر۔ فقام رسول اللّٰه مـن بيـن أظهـرنـا، فـأبـطا علينا، وخشينا أن يقتطع دوننا، و فزعنا فقمنا، فـكـنـت أول من فزع، فخرجت أبتغی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم۔ حتـی أتيت حائطالألأ نصار لبنی نجار، فساورت به، هل أجد له بابا؟ فلم أحـد فـإذا ربيع يدخل فی جوف حائط من بئر خارجة ـــ والربيع الجدول ـــ قال: فاحتفرت فدخلت علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم۔ فقال: أبـو هـريـرة؟ فـقلت: نعم، يارسول اللّٰه ـ قال: ماشأنك؟ قلت: كنت بين أظهـرنـا فـقـمت فأبطات علينا، فخشيناأن تقطع دوننا ففزعنا فكنت أول مـن فـزع، فـأتيـت هـذا الـحـائط، فاحتفزت كما يحتفز الثعلب، وهؤلاء الناس ورائی۔ فقال: ياأبا هريرة وأعطانی نعليه، فقال: اذهب بنعلی هاتين، فـمـن لـقيك مـن وراء هذا الحائط يشهد أن لااله الا اللّٰه مستيقنا بها قلبه فبشـره بـالجنة۔ فكان أول من لقيت عمر۔ فقال: ماهاتان النعلان؟ قلت:



www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

هـاتـا نعلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بعثنى بهما۔ من لقيت يشهد أن لااله الا الـلّٰـه مستيـقـنابها قلبه بشرته بالجنة۔ فضرب عمر بين ثديى، فـخـررت لإستى۔ فقال: إرجع يا أباهريرة۔ فرجعت إلى رسول اللّٰه صلى الـلّٰه عليه وسلم فأجهثت بالبكاء وركبنى عمر، وإذا هو على أثرى۔ فقال رسـول الـلّٰـه صـلـى الـلّٰـه عـليـه وسـلم: مالك يا أبا هريرة۔ فقلت: لقيت عـمـرفـأخبـرتـه بالذى بعثنى به، فضرب بين ثديى ضربة خررت لإستى۔ فقال إرجع۔ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ياعمر، ماحملك على مـافعلت؟ قال: يارسول اللّٰه، بأبى أنت وأمى، أبعثت أبا هريرةبنعليك، من لـقـى يشهد أن لااله الا اللّٰه مستيقنابها قلبه بشره بالجنة۔ قال: نعم۔ قال: فـلا تـفـعـل، فـإنـى أخشـى أن يتكل الناس عليها، فخلهم يعلمون۔ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: فخلهم۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

---

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد لوگوں کیا یک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر اٹھے (اورکہیں چلے گئے)۔ پھر دیر تک (باہر ہی) رہے۔ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچک نہ لیا جائے اور ہم لوگ گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں سب سے پہلے گھبراہٹ کا شکار ہوا۔ چنانچہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے میں انصار میں سے بنی نجار کے ایک باغ (کی چاردیواری) کے پاس پہنچ گیا۔ میں دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا کہ کہیں کوئی دروازہ مل جائے۔ (دروازہ) تونہیں ملا۔لیکن دیوار کے بیچ میں نالے کا راستہ تھا جس کے ذریعے سے باہر سے کنویں کا پانی باغ کو جاتا تھا۔ وہ بتاتے

ہیں کہ میں سمٹ سمٹا کر (اس میں سے) گزر گیا۔ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ (آپ نے مجھے دیکھ کر) فرمایا: تم ابوہریرہ؟ میں نے عرض کیا: جی، اے اللہ کے رسول۔ آپ نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پھر آپ اٹھ گئے اور آپ نے کافی دیر کر دی۔ ہمیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں آپ کو اٹھا نہ لیا گیا ہوں۔ لہٰذا ہم لوگ گھبرا گئے۔ اس گھبراہٹ کے باعث میں سب سے پہلے نکلا ہوں۔ چنانچہ (تلاش کرتے کرتے) اس باغ تک آ گیا۔ پھر (دروازہ نہ پا کر) لومڑ کی طرح سمٹ کر پانی کے راستے سے داخل ہوا ہوں اور یہ میرے پیچھے دوسرے لوگ بھی ہیں۔ (میری بات سن کر) آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ، اور مجھے اپنے جوتے بھی عنایت فرمائے اور کہا: میرے یہ جوتے لے جاؤ اور اس باغ سے باہر جس سے بھی تمھاری ملاقات ہو اور وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو اسے جنت کی بشارت دے دو۔ (میں باہر نکلا) تو سب سے پہلے میری ملاقات عمر (رضی اللہ عنہ) سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا: ابوہریرہ، یہ (تمھارے ہاتھ میں) جوتے کیسے؟ میں نے بتایا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ہیں۔ آپ نے مجھے ان کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں ہر اس آدمی کو جو دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں جنت کی خوش خبری دے دوں۔ میری بات سن کر عمر نے میرے سینے پر ہاتھ مارا کہ میں پیٹھ کے بل گر گیا اور کہا: ابوہریرہ لوٹو۔ لہٰذا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس چل پڑا۔ میں رونے والی حالت میں تھا۔ عمر نے میرے اوپر چڑھائی کی ہوئی تھی اور وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر پوچھا: ابوہریرہ، کیا ہوا ہے؟ میں نے (حضور کو) بتایا کہ میری ملاقات عمر سے ہوئی اور میں نے انھیں وہ بات بتائی جس کے ساتھ آپ نے مجھے بھیجا تھا۔ لیکن انھوں نے مجھے اتنے زور سے مارا کہ میں پیٹھ کے بل گر گیا۔ پھر مجھے کہا کہ واپس جاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) سے پوچھا: اے عمر، تم نے یہ جو کیا ہے، کیوں کیا ہے؟ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ نے ابوہریرہ کو اپنے جوتے دے کر (اس پیغام کے ساتھ) بھیجا ہے کہ یہ اسے جنت کی بشارت دیں جو دل کے یقین کے ساتھ اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ آپ نے فرمایا:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہاں۔ حضرت عمر نے تجویز پیش کی کہ آپ (ایسا) نہ کیجیے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اسی پر بھروسا کرنے لگیں گے۔ آپ انھیں (اسی حالت میں) رہنے دیں تاکہ وہ عمل کرتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سنی) تو فرمایا: (لوگوں کو اسی طرح عمل کرنے کے لیے) چھوڑ دو۔''

### لغوی بحث

یقتطع دوننا: 'یقتطع' مجہول ہے، یعنی کہیں دشمن آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ 'دوننا' سے یہاں صحابہ سے دوری مراد ہے۔

حائط: لفظی طور پر اس سے چار دیواری مراد ہے۔ لیکن یہ باغ کے لیے آتا ہے۔ کیونکہ اس کے گرد دیوار ہوتی تھی۔

ربیع: آبپاشی کے لیے بنایا گیا کھال۔

فاحتفزت: تنگ جگہ سے گزرنے کے لیے بلی یا لومڑ کی طرح اپنے جسم کو سکیڑ لینا۔

فاجهشت بالبکاء: روہانسا ہونا، آہ زاری کرنا۔ یہاں اس سے شدید بے بسی کی وہ کیفیت مراد ہے جو حضرت عمر کے سخت ردِعمل کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔

فخلهم یعملون: 'خلی' 'یخلی' سے مراد ہے خالی جگہ چھوڑ دینا، رکاوٹ نہ ڈالنا۔ یعنی کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس کے نتیجے میں لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

### متون

یہ روایت صرف مسلم نے اپنی صحیح میں لی ہے۔ ہمارے پیشِ نظر متن اور صاحب مشکاۃ کے زیرِ مطالعہ متن میں معمولی سا فرق ہے۔ مثلاً صاحبِ مشکاۃ نے 'فساورت به' کا جملہ نقل کیا ہے۔ جبکہ مسلم کے ہمارے ہاں متداول نسخے میں 'قدرت به' درج ہے۔ اسی طرح 'لقیك' کے بجائے 'لقیت'، 'بالبکاء' کی جگہ 'بکاء' کے الفاظ ہیں۔ علاوہ ازیں 'فاحتفزت' کے ساتھ پہلی مرتبہ بھی 'کما یحتفز الثعلب' کی تصریح موجود ہے۔ بہرحال مسلم کے اس روایت کے لینے میں منفرد ہونے کے باعث اس روایت کا ایک ہی متن دستیاب ہے۔ لیکن اس مضمون کی روایات اور بھی ہیں۔ اس سے پہلے ہم حضرت معاذ بن جبل (حدیث: ۲۴)، حضرت انس بن مالک (حدیث: ۲۵)، حضرت ابوذر غفاری (حدیث: ۲۶)، حضرت عبادہ

بن صامت (حدیث: ۳۶)، حضرت عثمان بن عفان (حدیث: ۳۷)، اور عبداللہ بن جابر (حدیث: ۳۸) رضوان اللہ علیہم سے مروی روایات پر لکھ چکے ہیں[۱]۔ ان کا مضمون بھی یہی ہے۔

## معنی

اس روایت کے تین پہلو قابل توجہ ہیں۔ ایک صحابہ رضوان اللہ علیہم کی حضور سے محبت، دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے التفات اور تیسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین کا فہم اور محکم رویہ۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینے میں اس وقت پیش آیا جب دشمن سے کسی بھی کاروائی کی توقع کی جاری تھی۔ دراں حالیکہ حضرت ابو ہریرہ غزوۂ خیبر کے موقع پر ایمان لائے تھے۔ یہ غزوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً چار سال قبل پیش آیا۔ اس زمانے تک اسلامی حکومت بڑی حد تک مستحکم ہو چکی تھی۔ لہٰذا یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ خطرہ کس گروہ کی طرف سے تھا کہ وہ مدینہ میں آکر اس طرح کی کاروائی کرسکتا ہے۔ اہل مکہ سے کسی خلافِ مروّت عمل کی توقع نہیں کی جاسکتی اور یہود کی طاقت کا پوری طرح استیصال ہو چکا ہے۔ یہ بات بھی اس روایت میں واضح نہیں کی گئی کہ حضرت ابو ہریرہ کے دل میں یہ خیال کیوں آیا کہ حضور بنی نجار کے باغ میں ہوں گے۔ مزید یہ کہ اگر خطرے کا ایسا ہی زمانہ تھا تو حضور اکیلے کیوں نکلے تھے۔

یہ سوالات اپنی جگہ، بہر حال یہ بات وضاحت سے بیان ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاخیر کے باعث صحابہ رضوان اللہ علیہم کس طرح پریشان ہوئے اور حضور کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کے اس جذبہ کی شدت کو محسوس کیا اور انھیں ان کے ایمان وعمل پر جنت کی بشارت سے نوازا۔ اس روایت کے اس پہلو کو سامنے رکھیں تو یہ بات مزید مؤکد ہوتی ہے کہ اس مضمون کی دوسری روایات میں دی گئی بشارت کا تعلق بھی بنیادی طور پر صحابہ ہی کی جماعت سے ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جس کے ایمان کی گہرائی اور کردار کی پاکی اسے جنت کا یقینی طور پر اہل بناتی ہے۔

---

۱ روایت: ۲۴ اور ۲۵ کے لیے دیکھیے اشراق جون ۱۹۹۹، روایت: ۲۶ کے دیکھیے اشراق جولائی ۱۹۹۹ اور روایت: ۳۶، ۳۷ اور ۳۸ کے لیے دیکھیے اشراق دسمبر ۱۹۹۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تیسری چیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محکم انداز ہے۔ ان کے رویے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں حضرت ابوہریرہ کے اس بشارت کے اعلان پر مامور ہونے کا یقین نہیں آیا۔ لہٰذا انھوں نے انھیں واپس حضور کے پاس جانے کے لیے کہا اور حضور نے خود معلوم کیا کہ انہیں واقعی اس کام کے لیے کہا گیا ہے۔ اس روایت میں بیان کی گئی بات چونکہ کئی پیرائے میں روایات میں بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا اس بات کا امکان نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بشارت ناقابل یقین تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکابر صحابہ سے یہ بات پہلے بھی کہتے رہے ہیں۔ نیا پہلو اعلان عام کا تھا۔ چنانچہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اعلان عام نہ کرنے ہی کی گزارش کی۔ جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

ہم اوپر محولہ روایات کی شرح میں واضح کر چکے ہیں کہ اس بشارت کا تعلق صحیح ایمان وعمل سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان اپنی زندگی کو نئے ڈھب پر استوار کرنے کا نام تھا۔ وہ دور دین کے لیے جان و مال کی بازی لگانے کا دور تھا۔ چنانچہ اسی دور کے سچے مومن اس بشارت کے حق دار تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پہلو کو نظر انداز کر رہے تھے جس کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور کو متوجہ کیا۔ ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام اپنے لیے پریشان ہونے والے جان نثار صحابہ سے متعلق تھا۔ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تھا کہ وہ بھی ان کے پیچھے آرہے ہیں۔ لہٰذا آپ نے انھی کے لیے ابوہریرہ کو یہ بشارت دے کر بھیجا۔ حضرت ابوہریرہ آپ کے ارشاد کے اس خصوص کو نہیں سمجھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اعلان عام سے روک دیا اور حضور نے بھی اس کی تصویب فرمائی۔

کتابیات

مسلم، کتاب الایمان، باب ۱۰۔

---

# جنت کی کنجی

عن معاذ ن جبل قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

مفاتیح الجنة شهادة ان لاالہ الااللّٰہ۔

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا: جنت کی کنجیاں اس بات کا علانیہ اقرار ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

## لغوی بحث

مفاتیح: 'مفتاح' کی جمع ہے۔ لفظی معنی چابی کے ہیں۔ یہاں مجازاً اس کلمے کے لیے آیا ہے، جو خدا کی خوش نودی حاصل کرنے کا نقطۂ آغاز ہے۔ متبدا جمع اور خبر واحد ہے۔ اس سے خبر میں شہادت کے لفظ میں مضمر عقائد واعمال کے تعدد کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

## متون

اس روایت کو اپنی کتاب کا حصہ بنانے میں احمد بن حنبل منفرد ہیں۔ لیکن مضمون کے اعتبار سے یہ روایت منفرد نہیں ہے۔ اس روایت کا مضمون بھی وہی ہے جو اوپر ابوہریرہ کی روایت کا ہے۔ اس کے تحت ہم نے ان روایات کا حوالہ دے دیا ہے جو اسی مضمون کے حامل ہیں اور ان کی شرح ''اشراق'' کے گزشتہ شماروں میں چھپ چکی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

## معنی

اس روایت کا کلیدی لفظ 'مفتاح' ہے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ توحید کا شعور اور اس پر ایمان دین میں اساسی اہمیت رکھتے ہیں۔ جنت کی کامیابی پانے کے لیے لازم ہے کہ آدمی شرک کے جرم سے بچا ہوا ہو۔ یہ کلمہ جب کسی بندے کے منہ سے نکلتا ہے اور وہ دنیا کے سامنے اس کو ماننے والے آدمی کی حیثیت سے آتا ہے تو یہ چیز اس بات کی علامت ہے کہ اس نے صحیح راستہ اختیار کر لیا ہے اب اس کا ہر قدم امید یہی ہے کہ راست سمت ہی میں اٹھے گا۔

کتابیات

مسند احمد عن معاذ بن جبل۔

# آخرت کی فکر

وعـن عثـمان رضی اللّٰه عنه قال: إن رجالا من اصحاب النبی صلی اللّٰـه عـلیـه وسلم لحن توفی حزنوا علیه، حتی کاد بعضهم یوسوس۔ قال عثـمـان: وکـنـت منهم۔ فبین أنا جالس مرعلی عمر وسلم، ولم اشعر به۔ فـاشتـکـی عمر الی ابی بکر رضی اللّٰه عنهما۔ چم اقبلا حتی سلما عـلـی جـمیـعـا۔ فـقال ابوبکر: ماحملك علی ان لا ترد علی اخیك عمر سـلامـه؟ قلت: مافعلت۔ فقال عمر: بلی، واللّٰه قدفعلت۔ قلت: واللّٰه ماشعرت أنك مررت ولا سلمت۔ قال ابوبکر: صدق عثمان، قد شـغلك عن ذلك امر۔ فقلت: أجل۔ قال: ماهو؟ قلت: توفی اللّٰه تعالی نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم قبل أن نسئله عن نجاة هذا الامر۔ قال ابوبکر: قد سألته عن ذلك۔ فقمت إلیه وقلت له: بابی أنت وأمی، أنـت أحق بها۔ قال أبو بکر: قلت یا رسول اللّٰه مانجات هذا الامر؟ فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من قبل منی الکمة التی عرضت علی عمی فردها، فهی له نجاة۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

---

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو آپ کے صحابہ میں سے چند لوگ بہت ہی غم زدہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ وسوسوں کا شکار ہونے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں بھی انھی میں سے تھا۔ میں اس کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمر میرے پاس سے گزرے۔ انھوں نے مجھے السلام

علیکم کہا۔ لیکن مجھے خبر بھی نہیں ہوئی ۔ عمر نے اس بات کی شکایت ابوبکر سے کی ۔ رضی اللہ عنہما۔ پھر وہ دونوں میری طرف آئے ۔ دونوں نے بیک آواز السلام علیکم کہا۔ پھر مجھے ابوبکر نے پوچھا: کیا سبب ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے انھیں بتایا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ میرا جواب سن کر عمر بولے: کیوں نہیں، بخدا آپ نے ایسا ہی کیا ہے ۔ حضرت عثمان بتاتے ہیں کہ میں نے پھر وضاحت کی: بخدا، مجھے احساس تک بھی نہیں ہوا کہ آپ میرے پاس گزرے ہو اور نہ یہ کہ آپ نے سلام کیا ہے۔ میری وضاحت سن کر ابوبکر نے کہا: عثمان صحیح کہہ رہے ہیں ۔ (پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا لگتا ہے ) کوئی معاملہ ہے جس نے آپ کو (اس طرح ) غافل کر دیا۔ میں نے کہا: جی ( یہی بات ہے )۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دے دی ۔ اس سے پہلے کہ میں انھیں اس ( آزمایش ) کے معاملے سے نجات کے بارے میں پوچھ لیتا۔ ابوبکر نے بتایا کہ میں نے آپ سے یہ بات پوچھ لی تھی۔ میں ان کی طرف لپکا اور میں نے کہا: بخدا آپ اس (سبقت ) کا حق رکھتے ہیں۔ ابوبکر نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا: ( آزمایش ) اس معاملے سے نجات ( کی راہ ) کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری طرف سے وہ کلمہ قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا کے سامنے بھی رکھا تھا لیکن انھوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا، تو یہ ( کلمے کو قبول کر لینا ) اس کے لیے نجات بن جائے گا۔‘‘

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

### لغوی بحث

حزنوا علیہ: کسی کے بارے میں دکھی ہونا، یہاں حضور کے دنیا سے رخصت ہونے پر طاری ہونے والی کیفیت مراد ہے۔

یوسوس: ’وسوسة‘ دل میں آنے والی ناپسندیدہ باتوں کے لیے آتا ہے۔

ولا سلمت: یہ عطف ’وما شعرت‘ پر ہے۔ لہٰذا نفی کا تعلق سلام سے نہیں۔

الامر: لفظی معنی تو معاملے کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے خاص معاملہ مراد ہے۔ یعنی روز قیامت کامیابی کا معاملہ۔

قمت الیه: 'الی' یہاں آگے بڑھنے کے مفہوم کی تضمین پر دلالت کرتا ہے۔ ترجمے میں ہم نے اسے لپکنے کے الفاظ سے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

'الکملة' اس پر لام عہد کا ہے۔ آگے جملوں سے اس کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی توحید کا اقرار جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مواقع پر 'شهادہ ان لا اله الا الله' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

## متون

یہ روایت بھی صرف مسند احمد میں ہے۔ صاحب مشکاۃ نے بھی اسے مسند ہی سے نقل کیا ہے لیکن اس میں اور ہمارے پاس موجود مسند کے متن میں کافی فرق ہے۔ یہ فرق بنیادی طور پر تفصیل اور اجمال کا فرق ہے۔ مثلاً، اوپر درج متن میں صرف 'انا جالس' (میں بیٹھا ہوا تھا) لکھا ہوا ہے جبکہ مسند میں 'فی اطم من الا طام' (اونچی دیواروں میں کسی دیوار کے نیچے) کی صراحت بھی ہے۔ یہاں 'فلم اشعر به' (مجھے اس کی خبر نہیں ہوئی) ہے جبکہ مسند میں 'انه مر و لا سلم فانطلق عمر حتی دخل علی أبی بکرفقال له مایعجبك أنی مررت علی عثمان فسلمت علیه فلم یرد علی السلام وأقبل هو وعمر فی ولا یة أبی بکر' یہ (کہ وہ گزرے ہیں اور نہ یہ کہ انھوں نے مجھے سلام کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ابوبکر کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا: کیا یہ حیرانی کی بات نہیں کہ میں عثمان کے پاس سے گزرا۔ انھیں سلام کیا۔ لیکن انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اور وہ اور ابوبکر میرے پاس آئے اور (یہ واقعہ) ابوبکر کے زمانہ خلافت کا ہے) کی تفصیل ہے۔ اسی طرح یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ردعمل صرف اتنا ہے کہ حضرت عثمان نے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ لیکن مسند کے متن میں 'ولکنها عبیتکم یا بنی امیة' (مگر یہ تو تمھارا غرور ہے، اے خاندان امیہ) سخت تبصرہ بھی درج ہے۔

مسند احمد میں یہ روایت تین طریقوں سے درج کی گئی ہے۔ ایک طریقے میں اس روایت کا متن اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں وسوسے کے ماخذ کی تصریح بھی ہے:

| | |
|---|---|
| عن عثمان رضی اللّٰه عنه قال: | ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان |
| تمنیت أن اكون سألت رسول | کرتے ہیں کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ میں |

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اللّٰه صلی اللّٰہ علیه وسلم ماذا ینجینا مما یلقی الشیطان فی انفسنا۔ فقال ابو بکر رضی اللّٰه عنه سألته عن ذلك۔ فقال ینجیکم من ذلك أن تقولوا ما أمرت عمی أن یقوله۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ ان باتوں سے نجات کا کیا طریقہ ہے جو شیطان ہمارے دل میں ڈال دیتا ہے۔ ابوبکر نے مجھے بتایا کہ میں نے یہ بات حضور سے پوچھی تھی اور آپ نے فرمایا تھا: اس سے نجات کا راستہ یہ ہے کہ اس بات کو مان لو جو میں نے اپنے چچا سے اقرار کرنے کے لیے کہی تھی۔''

بظاہر یہ متن وسوسے کے بارے میں یہ تصریح کرتا ہے کہ شیطان کی طرف سے جو شکوک وشبہات القا کیے جاتے ہیں حضرت عثمان ان سے نجات کے بارے میں پریشان تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس جواب کا حوالہ دیا ہے وہ اس کے مطابق نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو توحید کے اقرار کی دعوت دی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ دعوت قبول کیے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود وہ ''شیطانی وسوسوں'' کا شکار تھے۔ ہمارے نزدیک اس روایت میں راوی سے بات کو بیان کرنے میں سہو ہوا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عثمان کے وسوسے آخرت کی نجات سے متعلق تھے۔ وہ اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ معلوم نہیں ہماری یہ کاوشیں ہماری کامیابی کی ضمانت بنیں گی یا نہیں۔ یہی بات وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہتے تھے۔ لیکن نہیں پوچھ پائے تھے۔ یہ پریشانی تو محمود پریشانی ہے۔ اس کا سبب شیطان کیسے ہو سکتا ہے۔

## معنی

مضمون کے اعتبار سے یہ روایت وہی بات بیان کر رہی ہے، جو اوپر کی روایت میں زیر بحث آچکا ہے۔ اس میں حضرت ابو طالب کو ایمان کی دعوت کے واقعے کا حوالہ بھی ہے۔ اس سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان کو قبول کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

کتابیات

مسند احمد عن عثمان رضی اللہ عنہ۔

---